قرۃ العین حیدر کے ناول 'چاندنی بیگم 'میں جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک

ڈاکٹر ظفر حسین ہرل[1]مڈاکٹر جہانزیب شعور**

Abstract:

"Qurratul Ain Haider's "Chandni Begam" focuses on the culture of Lukhnow and maps the four ages of the history of Lukhnow, i.e. Sheikh Dynasty ,Burhani dynasty, colonial era and post independence era. Dealing with issues of landlordism, demise of feudalism in industrial era, troubles of post-colonial era and the mutability of life, "Chandni Begam " glorifies the Sheikh Dynasty and colonial era. Haider has employed the innovative narrative techniques like magic realism to explore the diversity, heterogeneity, multiculturalism and hybrid indo-Islamic secular culture of Lukhnow. This article seeks to analyze the use of magic realistic techniques in "Chandni Begam" by Qurratul Ain Haider.
Key Words: Qurratul Ain Haider, Novel, Chndni Begam, Magic realism."

ادبی موضوعات کا تنوع ناول کے پلاٹ اور بیانیہ میں نئے تجربات کی راہ ہموار کر رہا ہے اور عالمی سطح پر ہر نیا ناول اپنے اسلوب اور تکنیک کے حوالے سے مانوس سانچوں سے انحراف کر رہا ہے۔ تراجم کے ذریعے یہ سانچے جلد ہی دنیا کے دور دراز کونوں تک نئے لکھنے والوں میں مقبول ہو رہے ہیں اوروہ اپنے انداز میں ان کی تخلیقی افادیت کو مقامی رنگ دے کر ناولوں میں برت رہے ہیں۔ بیسویں صدی کے ربع آخر میں لاطینی امریکہ کے ناول نگاروں کے ناولوں کے تراجم کے ذریعے ' جادوئی حقیقت نگاری' کا چرچا مغرب میں ہواجس کا اثر دنیا بھر کے ناول نگاروں نے قبول کیایہ ایک ایسا ادبی اسلوب ہے جو عالمی سطح پر جدید فکشن نگاروں کے ہاں مقبول ہے جسے وہ اپنے ناولوں اور افسانوں میں برتتے ہیں۔

لاطینی امریکہ کے نوآبادیاتی دور میں مستقبل کی غیر یقینی صورت حال اور مقامی حالات کے ما بین کش مکش نے ایسی سماجی صورتِ حال کو جنم دیا جس کے بارے میں راست انداز میں موجود ادبی سانچوں میں اظہار، اس عہد کے دانشوروں اور ادیبوں کے لیے ، مشکل تھا ،لہٰذا اس سماجی اور فکری صورت حال کے اظہار کے لئے بیانیہ کی نئی تکنیک، جادوئی حقیقت نگا ری،وضع کی گئی۔

'جادوئی حقیقت نگاری ' انگریزی اصطلاح میجک رےئل ا زم(Magic Realism) کا اردو ترجمہ ہے۔ معاصر ادبی تنقید میں اس تکنیک کےلیے Magical Realism اور Magic Realismکی اصطلاحات متوازی استعمال ہوتی ہیں۔اینی سی ہیگر فیلڈ (Anne C Hegerfeldt) نے Magic Realismکو فوقیت دی ہے۔ ان کے خیال میں اس اصطلاح میں دو اسماء کی موجودگی اس کے دوغلے پن میں موجود دونوں عناصر کی اہمیت کوواضح کرتی ہے۔ (۱)

گویا یہ اصطلاح بیانیہ کی پیش کش کے اس مخصوص انداز کا نام ہے جس میں حقیقی منظر نامے میں جادوئی واقعات یک بیک اس طرح فطری انداز میں بیانیہ کا حصہ بنتے ہیں کہ پورا بیانیہ حقیقت نگاری کا تخلیقی کمال نظر آتا ہے۔ یہاں 'جا دو ئی' سے مراد وہ' جادو' نہیں جو عام معنوں میں اردو میں مستعمل ہے بلکہ جادو یا 'magic' سے مراد زندگی کے وہ اسرار و رموز ہیں جو منطقی یا استدلالی سائنسی رویے کی حدود سے پرے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ ایسے غیر معمولی

---

[1]اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

واقعات یا خاص طور پر روحانی اشیاء جن کومادی قوانین کے احاطے میں نہیں لایا جا سکتا جادوئی کہلاتے ہیں۔زندگی کے ان اسرار کا اظہارفکشن لکھنے والا حقیقی ما حول میں اس طرح کرتا ہے کہ قاری یقین کر لیتا ہے کہ یہ غیر معمولی یا فوق الفطری صورتِ حال حقیقی زندگی کے مطابق ہے اور اس علت و معلول کی پابند دنیا میں وقوع پذ یر ہو رہی ہے۔

جادوئی حقیقت نگاری کو روسی ہیئت پسندی کی تحریک (Russian Formalism)کے زیر اثر نمو پانے والی اجنبیانے کے عمل (Defamiliarization) والی تکنیک کے مد مقابل بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ دونوں میں بنیادی عنصر حقائق کو اس طرح پیش کرنا ہوتا ہے کہ بظاہر وہ شناسا ماحول میں اجنبی لگیں لیکن قاری ان کا ادراک کرتے ہوئے ان سے حظ اٹھا ئے۔ وکٹر شکلووسکی (Viktor Shklovsky)کے نزدیک ادراک کا عمل بذات خود جمالیاتی ہوتا ہے۔اور اس کو طوالت دینا بہتر ہی نہیں بلکہ بہترین ہے۔[۲]اس طوالت سے قاری کی قوت ادراک کو اپنی کار گزاری کا موقع دینا مسرت اور ترفع کی بنیاد بنتا ہے۔جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک کا بنیادی ادبی مقصد بھی یہی ہے اور یہ تکنیک بھی اجنبیانے کے عمل کی طرح ادبی وسیلہ کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔فنی حوالے سے یہ تکنیک حقیقت نگاری کی بنیادوں پر ہی استوار کی جاتی ہے۔حقیقت نگاری، حقیقی اور معروض دنیا کی پیشکش ہے جو حواس خمسہ کے ادراک میں آسکتی ہے گویا حقیقت نگاری راست زندگی کی آئینہ دار ہے اور یہ شنا سا ماحول سے تشکیل پذیر ہو تی ہے۔ جب کہ جادوئی حقیقت نگاری حقیقت پسندی پر انحصار کرتے ہوئے استدلالی و عقلی حدود سے تجاوز کرنے سے گریز کرتے ہوئے اسلوب کو بس ذرا سا اجنبی بنا دیتی ہے۔ اسلوب کی اس بنیادی خصوصیت کے سبب یہ تکنیک اساطیر ، لوک گاتھا اور داستانوں کے قریب ہے۔

فن انتقاد کے مختلف ماہرین نے جادوئی حقیقت نگاری کی تعریف اپنے اپنے انداز میں متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جے۔ اے۔کڈن (J.A.Cuddon)کی ڈکشنری میں جا دوئی حقیقت نگاری کے جو بنیادی عناصر گنوائے ہیں وہ اس تکنیک کو زیادہ واضح انداز میں سمجھنے میں مدد گار ہیں۔ انہوں نے جادوئی حقیقت نگاری کی درج ذیل نمایاں خصوصیات کو بیان کیا ہے:

> ''۱۔بیانیہ میں تخیلاتی اور حقیقی دنیا کا امتزاج، ۲۔ حقیقی واقعات کاایک ہی لمحے میں مختلف جگہوں پر واقع ہونا، ۳۔ روایتی ترتیب سے انحراف کرتا پلاٹ، ۴۔ خوابوں اور لوک داستانوں کا بیانیہ میں استعمال، ۵۔بظاہر ماورائے حقیقت بیانات اور پر اسرار علوم کا ذکر،۶۔تحیر آمیز، عجیب و غریب اور غیر واضح عناصر کی موجودگی۔''[۳]

جرمی ہا تھورن(Jeremy Hawthorn) نے اپنی کتاب ' Studying the Novel' میں اس تکنیک کے بارے میں لکھا ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے جادوئی حقیقت نگاری خاص طو ر پر حقیقت پسند پلاٹ اور سیٹنگ میں تخیلاتی عناصر کابر محل اور اچانک استعمال ہے۔[۴]

جادوئی حقیقت نگاری کے حوالے سے اہم نقاد وینڈے بی فاریس(Wendy B. Faris) نے اس تکنیک کی پانچ بنیادی خصوصیات کی نشان دیہی کی ہے:

> ''میں اس اسلوب کی پانچ بنیادی خصوصیات تجویز کرتا ہوں۔ پہلی خصوصیت,لازمی تخیلاتی عنصر شامل ہو، دوسری، مظہریاتی دنیا کی واضح موجودگی کی تفصیلات بیان ہوں، تیسری، قاری دو متضاد واقعات کے مابین مفاہمت کی کوشش میں غیر یقینی شبہات کے تجربے سے گزرے ،چوتھی، بیانیہ مختلف دنیاؤں کو با ہم پیوست کرے، اور آخری، جگہ اور شناخت کے مروجہ تصورات کو منتشر کر دے۔''[۵]

وینڈے بی۔فاریس کی متعین کردہ ان پانچ بنیادی خصوصیات میں سے تیسری ' قاری دو متضاد واقعات کے ما بین مفاہمت کی کوشش میں غیر یقینی شبہات کے تجربے سے گزرے 'ایسا بنیادی عنصر ہے جو اس کو اجنبیانے کے عمل کی تکنیک اور داستانوں کے اسلوب کے مماثل لے آتا ہے۔جب کہ کڈن نے بھی تکنیک کے بنیادی عناصر کو متعین کرتے ہوئے مندرجہ بالا عنصر کو ہی مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ داستانوں میں بھی اسی طرح مختلف مافوق الفطرت واقعات اور علامات کے ذریعے اسلوب کو اجنبی بنایا جاتا تھا کی اس کی دو سطحیں بن جائیں ایک عوام الناس کے لیے جو صرف کہانی میں تخیلاتی عناصر کی موجودگی سے متجسس ہو کر کچھ وقت کے لیے

خوابوں کی دنیا میں پہنچ جائیں اور دوسری سطح اتنی وسعت کے حامل ہوتی ہے کہ آج تک مختلف مشرقی اور مغربی مفکرین اس کی معنویت کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔کہانی کی یہی دوسری سطح دراصل اس تکنیک کو برتنے والے تخلیق کار کا اصل میدان ہوتی ہے جہاں وہ عصری صورت حال کے تضادات کو اپنے زاویہ نظر کے مطابق پیش کرتا ہے۔ اور مقتدر قوتوں یا سامراج کے قائم کردہ نظام حیات کے مقابل دوسرا فلسفہ حیات قاری کے سامنے لاتا ہے جو مروجہ مقبول فکر کی ضرورت سے زیادہ تشہیر کے سبب نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔عام طور پر جادوئی حقیقت نگاری کے متون میں نوآبادیاتی قوتوں کی فکر کے متوازی معاشرے کی گہرائی میں موجود فکر کی ترویج کی جاتی ہے جس کو ماورائے حقیقت کہ کر علمی بیانیے سے دور رکھا جاتا ہے۔اینی سی ہیگر فیلڈ نے خاص طور پر جادوئی حقیقت نگاری کے اس بنیادی وصف کو مد نظر رکھ برطانیہ میں لکھے جانے والے جدید ناول کا مطالعہ اپنی کتاب Lies that Tell the Truthمیں پیش کیا ہے۔ اس کے خیال کے مطابق جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک دراصل اس متوازی فلسفہ حیات کو بیان کرنے کے لیے ہی ایجاد کی گئی ہے تاکہ ممکنہ رد عمل سے بچتے ہوئے مقابل نقطہ نظر بھی سامنے لایا جا سکے۔(۶)

یوں یہ نظریہ زیادہ مضبوط بنیادوں پر قائم کیا جاسکتا ہے کہ جدید دور کی یہ تکنیک دراصل پرانے داستانوی اسلوب کی بدلی ہوئی ایسی شکل ہے جو برقی نقطوں کے دور(era Digital) میں زیادہ قابل قبول ہو تے ہوئے مروجہ اقدار کے متوازی فلسفہ حیات پیش کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔

عالمی سطح پر گبرائیل گار شیا مارکیز کا ناول' تنہائی کے سو سال ' " One Hundred Years of solitude" جادوئی حقیقت نگاری کی نمائند گی کرتا ہے۔ جو ۱۹۶۷ء میں ہسپانوی زبان میں شائع ہوا۔ عالمی ادب میں معروف نام ماریوبر گس یوسا کا ہے جس نے اپنے ناولوں میں جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک استعمال کی۔ اِزابیل الینڈے کا تعلق بھی لاطینی امریکہ کی سر زمیں سے ہے۔ الینڈے کا ناول " The House of Sprits" جادوئی حقیقت نگاری کی ذیل میں شمار ہوتا ہے۔ یہ ناول ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۹۹ء کے نوبل انعام یافتہ جرمن ادیب گنٹر گراس(Gunter Grass) کا ناول '' (The Tin Drum)۱۹۵۹ء میں شائع ہوا جو اس حوالے سے معروف ہے۔پیٹرک سسکن(Patrick Suskind) کا ناول "Pefume" جو۱۹۸۵ء میں شائع ہوا ، جادوئی حقیقت نگاری کا بہترین نمونہ ہے اس میں مصنف نے ایک ایسے کردار کو پیش کیا ہے جو غیر معمولی قوتِ شامہ کا مالک ہے۔وہ لوگوں کی محبت حاصل کرنے کی خاطردنیا کا سب سے زیادہ مسحورکن عطرتیار کرنا چاہتا ہے لیکن اپنی اس خواہش کی تکمیل کی خاطر وہ کئی دوشیزاؤں کے جسم سے خوش بُو کشید کرنے کے لیے انھیں قتل کرڈالتا ہے۔ اس کا یہ عمل اسے ایک دماغی مریض ظاہر کرتا ہے۔ لیکن مصنف کااسلوب اس سارے عمل کو قاری کو اس کے غیر فطری ہونے کا یقین نہیں ہونے دیتا۔ سسکن کے اس ناول کو فلما یا بھی گیا ، جس سے اس کو مزید شہرت حاصل کی۔بھارت سے تعلق رکھنے والی مصنفہ ارون دھتی رائے نے بھی اپنے ناول "God of The Small Things" میں مذکورہ تکنیک کا استعمال کیا ہے۔یہ ناول ۱۹۹۷ء میں تحریر ہوا جو ہندوستان میں ذات پات کے نظام کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔اردو افسانے میں نیر مسعود، انتظار حسین ،اسد محمد خان اورمنشا یاد کے ہاں جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک کا استعمال ہوا ہے جس کے متعلق تحقیقی کام منظر عام پر آچکا ہے۔(۷)

قرۃالعین حیدر(۱۹۲۷ء۔۲۰۰۷ء) کا ناول''چاندنی بیگم''(۱۹۸۹ء) اردو ادب میں اس تکنیک کے استعمال کی بہترین مثال ہے۔''چاندنی بیگم ''کے موضوعات میں بڑا تنوع ہے۔روحانی آشوب ،تنہائی، موت، تاریخ،ثقافت،پامال ہوتی ہوئی اقدار کا نوحہ،تقسیم ہند کے بعد اتر پردیش کے مسلمانوں کا سماجی المیہ اور زمین کی ملکیت کے جیسے موضوعات نے بیانیہ میں لوک داستانون کے چنیدہ اجزا، منتخب اشعار اور اساطیر کے ساتھ مل کر جادوئی حقیقت نگاری کی بنیادی خصوصیات کو مکمل کیا ہے۔

اس تکنیک کا حقیقت نگاری سے بڑا گہرا تعلق ہے۔حقیقت نگاری، حقیقی اور معروض دنیا کی پیشکش ہے جو حواس خمسہ کے ادراک میں آسکتی ہے۔ یوں سمجھیں کہ حقیقت نگاری ٹھوس

دنیا کی آئینہ دار ہے اور یہ شنا سا ماحول سے تشکیل پذیر ہو تی ہے۔ یہ نئی تکنیک اسی معروف حقیقت پسندی پر انحصار کرتے ہوئے استدلالی و عقلی حدود سے تجاوز کرنے سے گریز کرتے ہوئے ایسے واقعات کو بیانیہ کا حصہ بناتی ہے جن کی حسی ادراک سے تصدیق کرنا نا ممکن ہوتا ہے اور یہ مادی دنیا کے قوانین کو حقیقی انداز میں یوں توڑتی ہے کہ سب عجیب اور غیر فطری محسوس نہیں ہوتا۔ گویا حقیقت نگاری کے شناسا ماحول کے اندر چند ایسے عناصر کی شمولیت ہے جو بظاہر غیر شناسا نظر آتے ہیں لیکن اس ماحول میں ان کو حقیقی مان لینے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی، جادوئی حقیقت نگاری کی بنیادی صفت ہے۔ ''چاندنی بیگم'' میں مختلف مقامات پر جادوئی حقیقت نگاری کے یہ سارے بنیادی عناصر ملتے ہیں۔ناول کی کہانی میں مرے ہوئے لوگ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور پرندے گفتگو کرتے ہیں۔ بیانیہ میں یہ واقعات حقیقی دنیا میں اس طرح وقوع پذیر ہوتے دکھائی دیتے ہیں جیسے یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ قرۃالعین حیدر لکھتی ہیں:

''یکلخت۔سیاہ ساری میں ملبوس ،آنچل سے سر ڈھانپے سپید صورت والی ایک عورت ،چینی کی مورت، چاندنی میں چمکتے چبوترے پر نمودار ہوئی۔جھک کر ایک وڈ روز اٹھایا ،پلٹی۔۔۔صفیہ سلطانہ کو نگاہ بھر کے دیکھا۔آنکھیں چمکیں۔چہرے پر جیسے سفید پاؤڈر۔
'ارے۔۔'
صفیہ کے منہ سے بیساختہ نکلا ' بیلا۔۔'وہ فراٹے کے ساتھ چبوترے پر سے گزری اور باغ کے سنہرے دھندلکے میں غائب ہوگئی۔تیز رفتار۔جیسے باد صر صر۔بگولہ۔قدم رکھنے کا انداز عجیب۔سرسر نکل گئی۔
صفیہ ہیبت زدہ رہ گئیں۔گھگھی بندھی۔حلق میں کانٹے چبھے۔لرزہ چڑھا۔ٹھنڈے پسینے آئے۔پنڈلیوں پر چیونٹیاں رینگیں۔''(۸)

''چاندنی بیگم '' میں اس تکنیک کی مذکورہ بالا خصوصیات کے بارے میں بالواسطہ طور شمیم حنفی نے بھی لکھا ہے۔شمیم حنفی کے نزدیک اچانک واقعات کے نتیجے میں یکسر ہستی کی تبدیلی ایسی خوبی ہے جس کے بارے میں بات ہونی چاہیے۔ ناقابل فہم اتفاقات ،جو حقیقت سے ماورا بھی نہیں ہیں لیکن ان کو ماننے میں بھی مشکل درپیش آتی،جادوئی حقیقت نگاری کی بنیادی صفات میں شامل ہیں۔ شمیم حنفی کے حوالے سے ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں:

''چاندنی بیگم کی کم از کم دو خوبیاں ایسی تھیں جن پر تفصیلی بحث ہونا چاہیے تھی اور جو تناسب کے اعتبار سے دوسرے تمام ناولوں کی بہ نسبت اس ناول میں زیادہ نما یاں ہیں۔ ایک تو انسانی سوزو درد مندی کا وہ پہلو جو عام انسانوں کی زندگی سے علاقہ رکھتا ہے۔ دوسرے تاریخ کی سمجھ میں آنے والی اور مانوس منطق کے بجائے محض اچانک واقعات اور ناقا بل فہم اتفا قات کے نتیجے میں ہستی کے یکسر تبدیل ہوتے ہوئے محور کا تصور۔''(۹)

ایک اور جگہ اسی طرح مردہ لوگوں کی آمد و رفت ''چاندنی بیگم '' میں موجود ہے جس کو حقیقت پسندانہ سیٹنگ میں ملفوف کر کے پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک اور اقتباس دیکھیں:

''صفیہ سلطانہ نے فلی کی دادی شیریں بائی اور پھوپھی رودابہ کی تصاویرپر نظر جما رکھی تھی۔اس کے بارے میں مس ڈھونڈی نے ہمیشہ بتلایا تھا کہ مصور ڈیوڈ کی ،مادام ری کیمےئر والی مشہور پینٹنگ کو سامنے رکھ کر حضرت گنج کے ایک انگریز فوٹو گرافر نے ۳۶ء میں ان کی لیٹ سسٹر ان لا روڈا بائی کا یہ فوٹو نکالا تھا۔ شیریں بائی مینٹل پیس سے اتر کر اس کلوپیٹرا کاؤچ پر واپس آجاؤ۔۔پھر واپس چلی جاؤ۔ مانک بائی خیال میں اس نوع کی آمدورفت کچھ مشکل بات نہیں۔''(۱۰)

اوریہ اقتباس بھی دیکھیں:

''دفعتاً صفیہ کے اندر اسی آواز نے ،جو برسوں سے ان کو تنگ کر رہی تھی،بہت دنوں بعد نمودار ہو کر کہا ، 'آداب عرض ہے' ان کا رنگ فق ہو گیا۔بت سی بیٹھی رہیں۔ کئی ماہ سے یہ آواز خاموش تھی۔اس وقت یکایک اس نے اپنی موجودگی کی یا ددلائی۔چند منٹ بعد اس نے سرگوشی کی،'گر گئی''آواز ' نے کہا تھا 'گر گئی ' جب کوئی بری بات ہونے والی ہوتی آواز پہلے سے صفیہ کو مطلع کر دیتی تھی۔اب معمولی واقعات سے بھی آگاہ کرنے لگی۔''(۱۱)

اسی طرح کا ایک اور اقتباس بھی دیکھیں:

''یہ معذوری ان کا پروبلم نہیں' 'پھر۔۔۔۔' 'لٹل سرایکو' ،یہ کون ہیں؟'لٹل سرایکو۔ساکن ریڈ روز۔یہ ایک غیر حاضر کا غیر موجود پتہ ہے جو عالم مثال میں موجودہے!''(۱۲)

یہ ناول حقیقت نگاری کی اسی جدید شکل کا مظہر ہے۔قرۃ العین حیدر نے اس ناول میں کہانی کو فطری یا دوسرے لفظوں میں مروجہ انداز میں لکھنے کی بجائے جادوئی حقیقت نگاری کی نئی تکنیک کے ذریعے اس طرح پیش کیا ہے عام قاری اس پر اعتراض کرتا ہے۔ اس کی اہم مثال ناول کے بنیادی کردار چاندنی بیگم کی جلد موت ہے۔ لیکن یہی تو قرۃ العین حیدر کی فنکاری ہے کہ چاندنی بیگم مر کر بھی پیلی کوٹھی اور تین کٹوری ہاؤس والوں کا پیچھا آخر وقت تک نہیں چھوڑتی اور یہ سارا کچھ غیر حقیقی بھی نہیں لگتا۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان ناول کی اس خوبی کے بارے میں لکھتے ہیں:

'' اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی زندگی میں اچا نک واقعات اور نا قابل فہم اتفاقات ہستی ہی کو یکسر تبدیل نہیں کر تے بلکہ ناول نگار کیلئے یہ مسئلہ کھڑا کر دیتے ہیں کہ اب کہانی کو فطری اور حقیقی انداز سے آگے بڑھا کر کیسے دکھا یا جائے۔ قرۃ العین حیدر جیسی خلاق فنکارہ کیلئے یہ آسان کا م ہے لیکن دوسرے ناول نگار شاید بھٹک جائیں۔''(۱۳)

ڈاکٹر ممتاز احمد خان نے ''چاندنی بیگم '' کا موازنہ ''تنہائی کے سو سال'' سے کرتے ہوئے براہ راست جادوئی حقیقت نگاری کا ذکر تو نہیں کیا لیکن ''چاندنی بیگم '' کو اس جیسے کوڈز کا حامل ضرور قرار دیا ہے۔یقیناً یہ وہی کوڈز ہیں جو جادوئی حقیقت نگاری کے اوصاف ہیں۔ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں:

''جو بات قابل ذکر ہوتی ہے وہ ہے انسانی زندگی میں پائے جانے والے بھید اور وہ پرا سراریت جس کی دریافت عام انسان کے بس میں نہیں ہو تی۔ یہ بھید اور یہ پر اسرار معاملات ناول نگار کھوج نکالتا ہے اور پڑ ھنے والوں کو تحیر میں ڈال دیتا ہے لاطینی امریکہ اہم نوبل انعام یافتہ ناول نگار گیبریل گار سیا مارکیز نے ناول کے حوالے سے خفیہ کوڈ ز میں بیان کی گئی حقیقت کی بات کی گئی تھی۔ میرا خیال ہے یہ و ہی کو ڈز یا یوں کہے کہ سگنلز Signalsہیں جوقرۃ العین حیدر کے ہر ناول میں بدل جاتے ہیں یو ں ان کا ہر ناول اپنا جو از خود پیدا کر لیتا ہے۔''(۱۴)

ناول میں یہ کوڈزجا بجا موجود ہیں۔جیسے تین کٹوری ہاؤس اور چاندی کی کٹوری،یہ کیا ہے،کچھ اشارے ہیں کچھ کوڈ ہیں جو ناول نگار نے دیے ہیں،چاند کی منزلیں،چاندنی بیگم، تیسری کا چاند ہر جگہ چاند ،چاندنی ،چاندی کی کٹوری ،تین کٹوری ہاؤس میں راجہ کی تین لڑکیاں ساری علامات ہیں اور کوڈز ہیں جن کو کھولنا ضروری ہے۔ قرۃ العین حیدر نے تخلیقی انداز میں یہ سارا کچھ ناول میں شامل کیا ہے۔ناول سے یہ اقتباس دیکھیں:

'' اے رمضانی بھیا۔ آج ہم نے تیسری کا چاند دیکھ لیا۔ ٹو ٹکا کر دو۔' الحمدو نے پھر بات کی۔ انہوں نے جب تیسری کا چاند دیکھا ان کا سا را مہینہ پر یشانی میں کٹا۔ چاند دیکھتے ہی رمضانی کی ڈُھنڈ یا مچتی۔ وہ چاندی کی کٹوری میں پانی بھر کے اس میں چونی اور ہرے پتے ڈالتے۔''(۱۵)

قرۃ العین حیدر نے اس تکنیک کو اپنے ماحول اور سماجی حالات کے مطابق اس کے بنیادی عناصر کو مدنظر رکھتے ہوئے برتا ہے۔ انھوں نے لاطینی امریکہ کے ناول نگاروں کی تقلید کرنے کے بجائے اپنا راستہ خود بنایا ہے اور ''چاندنی بیگم '' کے حقیقت نگاری والے اسلوب میں پراسرار واقعات کو سمویا ہے۔''چاندنی بیگم '' کا یہ اقتباس دیکھیں:

''راجہ صاحب کے پرکھے نے کیتھ کے جنگل میں کسی پا پیادہ تشنہ کام گدڑی پوش کو تین کٹوری ستو پلایا تھا۔کہتے ہیں وہ درویش پوشیدہ ولی تھے ،خد اکا کرنا ایسا ہوا کہ چند روز بعد ہی ان کے پرکھے کو بادشاہ وقت نے جاگیر عطا کی جو ریاست تین کٹوری کہلائی۔راجہ انوار حسین کے بدخواہ ان کی تین صاحبزادیوں کو تین کٹوریوں کے نام سے یاد کرتے تھے۔''(۱۶)

ناول میں اچانک واقعات کا ہونا اور ان کی وجہ سے لوگوں کی زندگیوں کا تبدیل ہونا ایک ایسی تکنیک ہے جس کو اردو ادب میں پہلی دفعہ استعمال کیا گیا ہے۔یہ جادوئی حقیقت نگاری کا

ایک بنیادی اصول ہے جس میں واقعات بظاہر ناقابل یقین انداز میں دفعتاً واقع ہوتے ہیں۔ناول کے مرکزی کرداروں کو ختم کردینے کے بعد نئی کہانی کا تانا بانااس طرح بنا گیا ہے کہ وہ کردار مر کر بھی نہیں مرتے اور ناول کی مرکزی کہانی کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی شکل میں چلتے رہتے ہیں۔اس حوالے سے ایک نئے تجربے کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ایک ایسا تجربہ جو منفرد بھی ہے اور جداگانہ بھی۔کیوں کہ اس طرح کا تجربہ اردو ادب کے کسی اور ناول کے اندر نہیں کیا گیا(۱۷)۔''چاندنی بیگم '' میں اس صورت حال کی مثال ایک اقتباس سے دیکھیں:

''تم اکیلا چھوکری ہوٹل میں کیسے رہے گا۔ادھر آجاؤ'لیلیٰ کو اوپر والے گیسٹ روم میں مت ٹھہرانا۔ شاطو مارگو میں۔'فلی نے پراسرار انداز میں لیلیٰ کو مخاطب کیا'کرنل دوبووا ؔ رہتے تھے۔اکثر وہ آدھی رات کو پھیرا لگا جاتے ہیں ،مع اپنی فی فیّ۔اور وہ بھونکتی بھی ہے۔''(۱۸)

جادوئی حقیقت نگاری کے اہم بنیادی خصوصیات میں خوابوں کا عمومی استعمال،دیو مالا اور جنوں پر یوں کی کہا نیاں،پر اسرار علوم کا استعمال اورتحیر آمیز اور عجیب عناصرکا استعمال شامل ہے۔ اس طرح اس تکنیک میں دیو ما لا،لوک داستانوں اور تاریخی کرداروں کا استعمال ممکن ہو جاتا ہے۔ قرۃ العین حیدر نے ''چاندنی بیگم '' میں ان تما م وسائل کا استعمال ناول کے بیانیہ میں کیا ہے۔جس کی وجہ سے ناول کا پلاٹ بھول بھلیوں سے بھری کہانی کی طرح نظر آتا ہے۔انھوں نے اودھ کی مشہور لوک داستان آلہا اودل کا استعمال برمحل اور معنی خیز اندز میں کیا ہے۔ساتھ ہی ''چاندنی بیگم '' کے بیانیہ میں کئی ایک جدید اور قدیم شعری اصناف اور موسیقی کا استعمال اس کو معنویت عطا کرتا ہے۔جیسے قرۃ العین حیدر نے آلہااودل کے بول ناول کے بیانیہ میں شامل کیے ہیں لوک ثقافت کے وہ عناصر جو اب ختم ہو رہے ہیں جن کے سرپرست زمیندار تھے جواب معدوم ہوتے جارہے ہیں:

'' ان بھاٹوں نے صدیوں سے اپنے آپ کو فو ک لو ر اور ویر گا تھا کال کا محافظ مقرر کر رکھا ہے اور یہ بُھوکے رہتے ہیں اوریہ بھی نہیں جانتے کہ ایک اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔برساتی کے باہر سا رس پیڑوں کے جُھنڈ پر اترر ہے تھے۔ حنیف خاں کی زبان سے الفاظ نیا گر اآبشار کی طرح گرتے رہے۔''(۱۹)

آلہا اودل کی بنیاد ایک قدیم تاریخی واقعہ پر ہے۔ ''چاندنی بیگم '' میں استعمال ہونے والی اس صنف کے بارے میں یونس حسرت یو ں تفصیل دیتے ہیں:

''آلہا اودل' ایک اہم صنف سخن ہے۔ جدید دور میں اگرچہ یہ صنف بڑی حد تک متروک ہوچکی ہے۔ 'آلہا اودل' دراصل دو بھائیوں کی منظوم داستان ہے۔ جو ذات کے راجپوت اور نہایت جری اور بہادر تھے۔ دونوں بھائی مہوے کے راجہ پر مل کے ہاں ملازم تھے۔ ایک بارر اجہ کسی بات پر ان سے ناراض ہو گیا اور انھیں جلا وطن کر دیا۔ جلا وطن ہونے کے بعد یہ قنو ج چلے گئے اور راجہ جے چند کی ملا زمت کرلی۔ راجہ پر مل ا ور پر تھو ی راج کے تعلقات میں کسی وجہ سے کشیدگی واقع ہوئی۔ یہ کشیدگی بڑھتے بڑ ھتے ایک جنگ کی صورت اختیا ر کر گئی۔ جنگ کے دنوں میں راجہ کو ان کی سخت ضرورت محسوس ہوئی۔

پر تھوی راج لاؤ لشکر کے ساتھ مہوے پر حملہ آور ہوا اور راجہ پر مل کی لڑ کی کی ڈولی اٹھالے گیا۔ آلہا اوراودل کو جب اس واقعے کا علم ہواو واپس لوٹے اور پر تھوی راج کے خلاف صف آرا ہوئے اور راجہ مہوے کی لڑکی کو پر تھوی راج کی قید سے آزاد کراکے اسے پوری حفاظت سے مہو با پہنچادیا۔ دونوں بھائیوں کے کارناموں کی منظوم داستان' آلہا کھنڈ ' کے نام سے مشہور ہے۔''(۲۰)

قرۃالعین حیدر کے اس ناول میں اس طرح کی چیزوں کی شمولیت پر اعتراضات بھی کیے گئے ہیں۔ ان اعتراضات کا جواب خود مصنفہ نے ایک مضمون میں دیا ہے۔قرۃ لعین حیدر لکھتی ہیں:

'' موجود ہ تہذیبی بر بر یت کا تذکرہ میرے ناولوں کا ایک موضو ع ہے۔ اسے میری کمزوری سمجھیے۔ دوسری کمزوری جس پر عام طور پر اعترض کیا جاتا ہے کہانی میں انگریزی، اردو، ہندی گیتوں نوحوں مرثیوں دوہوں کی بھر مار۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح سوز خوانی

میں 'بازو' مستقل ایک سُر چھیڑ ے رکھتے ہیں۔ موسیقی وجود کی ایک جہت ہے اور کم از کم میرے ہاں اس سے مفر نہیں۔''(۲۱)

جادوئی حقیقت نگاری کا ایک بنیادی وصف تحیر آمیز اور ناقابل یقین واقعات کا استعمال ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے بیلا رانی کا اس حاتم طائی ایسے ہیرو سے تعلق ہو جاتا ہے اور وہ اس کو پنج گنی جیسے مشہور اور مہنگے تعلیمی ادارے میں پڑھنے بھیج دیتا ہے۔قرۃ العین حیدر لکھتی ہیں:

''پہلے روئے پھر ہنسے حاتم طائی کی طرح۔ کہنے لگے ان کی لاڈلی بیٹی بالکل میری ہم شکل تھی جو مر گئی۔ آج اتنےبر سوں بعد انہیں وہ نظر آگئی۔ آج سے تم ما بدولت کی بیٹی ہو۔ جو ش سے بولے' ہم اسے پنچ گنی میں پڑھائیں گے اور نرگس کی طرح لانچ کریں گے۔''(۲۲)

مندرجہ بالا حوالوں کے علاوہ بھی ناول کابیانیہ کئی ایک ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے جو جادوئی حقیقت نگاری کے ثبوت میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔ قرۃ لعین حیدر نے کہانی کی بنیاد ہی اسی تکنیک کو مدنظر رکھ کر اٹھائی ہے۔ ایک اقتباس دیکھیں:

''وہ پوچھتے تمہاری طرف نیلی دم والی مینا ہوتی ہے نا؟اور زرد چونچ والے للپیرے؟نیپال کی ترائی اور کمایوں ؔ کے پرندوں کی باتیں کرتے۔ایک بار کہنے لگے کادمبریؔ (۲۳) تمہارے پاس طوطا تھا ؟ہونا چاہیے'۔'دادی اماں کے پاس تھا '۔'کادمبری ؔ کا طوطا بھی بڑی دلچسپ کہانیا ں سناتا تھاوہ ایک چنڈال لڑکی کے روپ میں ظاہر ہوئی تھی۔لیکن' انہوں نے رازدارانہ لہجے میں کہا'دراصل تھی اپسرا'۔ 'اپسرا؟''(۲۴)

ناول کا مرکزی کردار چاندنی بیگم ناول کے شروع میں ہی مر جاتی ہے لیکن خاتمے تک مڑ مڑ کر وارد ہوتی رہتی ہے۔آخر صفیہ سلطانہ جب اپنے سکول کا نا م سینٹ مونیز کانوینٹ رکھ دیا ہے تو اس کو لگتا ہے کہ اب اسے چاندنی بیگم سے چھٹکارا حاصل کر لیا ہے۔ قرۃ العین حیدر لکھتی ہیں:

''ڈاکٹر کی تشخیص سب سو فی صد درست۔محض خفقان۔مراق۔تحت الشعور کی شرارت۔

وہ نیچے جانے کے لیے زینے کی سمت بڑھیں۔دفعتاً'آواز' نے کہا

'اسلام و علیکم!'

دم بخود۔۔۔سیڑھیوں پر پہنچیں۔نیچے اندھیرا تھا۔زینہ اس طور سے طے کیا۔''(۲۵)

اس ناول میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جو کسی جادوئی حقیقت نگاری والے بیانیے کی بنیادی اساس ہیں۔ کہانی کا پلاٹ اس قسم کا ہے کہ آسانی سے سمجھ نہیں آتا۔یہ پیچیدہ پلاٹ بھول بھلیوں سے بھر پور ہے۔ بیانیے کی ترتیب میں لوک داستانوں کی کڑیاں شامل کی گئی ہیں۔ جابجا تحیر آمیز واقعات موجود ہیں اور تخیلاتی اور حقیقی دنیا ایک دوسرے کے متوازی چلتی نظر آتی ہے۔قدیم اور جدیدشعری اصناف کا استعمال ''چاندنی بیگم '' کو ایک خوبصورت غنائیہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ناول کا پورا ڈھانچہ بظاہر حقیقت نگاری کا نمونہ ہے لیکن ثقافتی اور تخیلاتی عناصر کے برمحل استعمال نے ناول کے بیانیے کو جادوئی حقیقت نگاری میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ''چاندنی بیگم ''کی فنی انفرادیت اس کو معاصر اردو ناول سے ممتاز کرتی ہے۔ مجموعی طور پر''چاندنی بیگم '' میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جو کسی جادوئی حقیقت نگاری والے بیانیے کی اساس ہیں۔ قرۃ العین حیدر نے اس تکنیک کو اپنے ماحول اور سماجی حالات کے مطابق اس کے بنیادی عناصر کو مدنظر رکھتے ہوئے برتا ہے۔ انھوں نے لاطینی امریکہ کے ناول نگاروں کی تقلید کرنے کے بجائے اپنا راستہ خود بنایا ہے اور ''چاندنی بیگم '' کے حقیقت نگاری والے اسلوب میں پراسرار واقعات اورر لوک ادب کو سموکر جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک کو نبھایا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حوالہ کے لیے دیکھیں:
"In contemporary literary criticism, both "magic realism" and "magical realism" are used.I prefer the former, as it can be read as a double noun phrase and thus better reflects the relationship of equality between magic and realism that is a fundamental aspect of the mode." (On page 1 in foot note.(Anne C Hegerfeldt, "Lies that Tell the Truth", Rodopi Amsterdam-NewYork NY 2005.

۲۔ حوالہ کے لیے دیکھیں:
"Defamiliarization, From the Russian meaning 'to make strange', the term originates with the Russian formalists and, in particular, the theories of Viktor Shklovsky. In his easy 'Art as Technique', Shklovsky argues that perception becomes automatic once it has become habitual, and that the function of art is to challenge automization and habitualization ,and return a direct grasp on things to the individual perception."(pp186) Hawthorn, Jeremy, 2005, 'Studying the Novel', 5th Ed, Hodder Arnold Londen.

۳۔ حوالہ کے لیے دیکھیں:
"Some of the characteristic feature of this kind of fiction are the mingling and juxtaposition of the realistic and the fantastic or bizarre, skillful time shift, convoluted and even labyrinthine narrative and plot, miscellaneous use of dream, myths and fairy stories ,expresionistic and even surrealistic description, arcane erudition, the element of surprise and abrubt shock, the horrific and the inexplicable." (pp488 J.A.Cuddon ,1999,'Dictionary of litrary terms and litrary theory',Penguin Books UK, 4th Ed .)

۴۔ حوالہ کے لیے دیکھیں:
"In Europe the term is particularly associated with certain recent femele and famanist novels.' Blending' is perhaps misleading, magic realism seems typically to involve the sudden incursion of fantastic elements in an otherwise realistic Plot and Setting."(pp191Hawthorn, Jeremy, 2005, 'Studying the Novel', 5th Ed, Hodder Arnold Londen .)

۵۔ حوالہ کے لیے دیکھیں:
"I suggest five primary characteristics of the mode. First, the text contains an
irreduceable element of magic, second, the descriptions in magic realism detail a strong presence of the phenomenal world, third, the reader may experience some unsettling doubts in the efforts to reconcile two contradictory understanding of events; fourth, the narrative merges different realms; and, finally,magical realism disturbs received ideas about time, space and identity." (pp7 'Wendy B Faris, 2004, 'Ordinary enchantments, magical realism and the remystification of narrative', Vanderbilt University Press USA, 1st Ed .pp7.)

۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیں :
Anne C Hegerfeldt, "Lies that Tell the Truth", Rodopi Amsterdam-NewYork NY 2005. Chapter 2, 3 .

۷۔ ملک،عبدالعزیز ،اردو افسانے میں جادوئی حقیقت نگاری، سرگودھا: شعبہ اردو سرگودھا یونیورسٹی ،۲۰۱۴ء
۸۔ حیدر،قر ۃالعین، چاندنی بیگم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء،ص۸۴
۹۔ شمیم حنفی۔ مقالہ ''چاندنی بیگم '' جو اردو ساہتیہ اکیڈمی گجرات انڈیا ، کے سیمینار میں پڑھا گیا اور کتابی صورت میں ۱۹۹۹ء میں سامنے آیا۔ دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس دریا گنج ،بحوالہ ''چاندنی بیگم کے تعاقب میں '' ڈاکٹر ممتازاحمدخان، مشمولہ ''نگار '' کراچی قرۃ العین حیدر نمبر دسمبر ۲۰۰۷ء،: ص ۱۲۸
۱۰۔ حیدر ، قرۃالعین ،ص۲۰۶،۲۰۵
۱۱۔ ایضاً،ص۲۱۲،۲۱۱
۱۲۔ ایضاً،ص۳۵۰
۱۳۔ ممتاز احمد خان،ڈاکٹر ، چاندنی بیگم کے تعاقب میں، مشمولہ ''نگار '' کراچی قرۃ العین حیدر نمبر دسمبر ۲۰۰۷ء ، ص۱۲۹
۱۴۔ ایضاً،ص۱۳۲
۱۵۔ حیدر،قر ۃالعین حیدر،۲۰۰۷ء، ص۱۰۵
۱۶۔ ایضاً،ص ۱۱
۱۷۔ یونس حسرت،چاندنی بیگم کے چند تہذیبی ، عمرانی اور ثقافتی زاویے،مشمولہ سہ ماہی' 'نوادر''لاہور،جولائی یا ستمبر ۲۰۰۹ء،ص۱۱۲
۱۸۔ حیدر،قر ۃالعین حیدر ، ص۳۲۳
۱۹۔ ایضاً،ص۵۷،۵۶
۲۰۔ یونس حسرت ،ص ۹۵
۲۱۔ حیدر،قر ۃالعین حیدر،چاندنی بیگم کی واپسی، مشمولہ ''طلوع افکار''کراچی نومبر ۱۹۹۱ء،ص۳۸
۲۲۔ حیدر،قر ۃالعین ، ص۴۲
۲۳۔ ایضاً: سنسکرت کتھا کادمبری کی ہیروئن، تصنیف ۶۱۶ء، ص۱۰۶
۲۴۔ ایضاً، ص۱۳۱
۲۵۔ ایضاً،ص۳۹۴